غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ[1] ۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ " جو شخص زادِ راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے، تو اس کا اِس حالت پر مرنا اور یہودی یا نصرانی ہو کر مرنا یکساں ہے " پھر اسی مضمون کی ایک اور حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت عمر کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ " جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے، میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگا دوں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں " ان ساری چیزوں کو نقل کرنے کے بعد میں نے وہ فقرے لکھے ہیں جو آپ نے مولانا کے پمفلٹ سے نقل فرمائے ہیں۔ اب فرمائیے کہ اِس عبارت پر خارجیت اور اعتزال کا جو فتوے مولانا صاحب نے جڑ دیا ہے اس کی زد کہاں کہاں جا کر پڑتی ہے؟ کیا میں مولانا کو خدا سے اتنا بے خوف فرض کروں کہ یہ سب کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی وہ اِس مفتیانہ تیر اندازی کی جسارت کر گزرتے؟

اسی طرح نماز اور زکوٰۃ سے متعلق میری جو عبارتیں آپ نے مولانا کے پمفلٹ سے نقل فرمائی ہیں اُن کے آگے اور پیچھے میں نے حضرت ابوبکر صدیق کے اِس مشہور کارنامے کو بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا۔ اور اس کے ساتھ بکثرت آیات بھی نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ[2] ۔ کیا اس سیاق و سباق پر نظر ڈالنے کے بعد بھی خارجیت اور اعتزال کے اس فتوے کو آپ ممکن سمجھ سکتے ہیں جو مولانا کے قلم سے میری ان عبارتوں پر نکلا ہے؟

منکرین حدیث کا ایک اعتراض

سوال۔ منکرین حدیث مسلم شریف کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ " آنحضرت صلعم کی ام ولد ماریہ قبطیہ سے زنا کرنے کا الزام ایک شخص پر لگایا گیا۔ آپ نے حضرت علی

---

[1] لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے، اور جس نے کفر کیا، تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

[2] پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

کو حکم دیا کہ ملزم کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ جب حضرت علی تلوار لیکر اس شخص کو قتل کرنے گئے تو وہ غسل کر رہا تھا۔ حضرت علی نے دیکھا کہ وہ مخنث تھا۔ آپ واپس چلے آئے اور آنحضرت صلعم کو یہ اطلاع دی۔

اس حدیث سے حسب ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں :۔

(۱) آنحضرت نے محض الزام کی بنا پر، مقدمہ کی کارروائی کئے بغیر اور ملزم کی صفائی سُنے بغیر، اس کے قتل کا حکم کیسے دیدیا؟ حالانکہ یہ اسلام کی مجموعی اسپرٹ اور اُن احادیث کے خلاف ہے جن میں اسلام کا عدالتی نظام بیان ہوا ہے۔

(۲) زنا کی سزا دُرّے ہیں یا رجم (اگرچہ منکرین حدیث رجم کے قائل نہیں)، پھر قتل کی سزا مذکورہ مقدمہ میں کیوں دی گئی؟

(۳) حضرت علی نے ملزم کو برہنہ کیوں دیکھا؟ حالانکہ آنحضرت صلعم نے کسی کو برہنہ دیکھنے سے کئی احادیث میں منع فرمایا ہے۔

(۴) حافظ ابن حجر، ابن جوزی، ملا علی قاری اور دوسرے ناقدین حدیث نے جرح و تعدیل کے جو اصول بیان کئے ہیں، اس کسوٹی پر اس حدیث کا کیا مقام ہے؟ اگر متقدمین اپنی پوری احتیاط کے باوجود بہ تقاضائے بشریت، اس معاملہ میں اس جگہ چوک گئے ہیں تو کیا متاخرین کو حق نہیں کہ وہ باوجود اہلیت کے، اب اس نقص کو پورا کریں؟

(۵) اس حدیث کے متن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنحضرت صلعم کا کلام نہیں ہے بلکہ کوئی راوی مقدمہ کی کارروائی بیان کر رہا ہے اور غالباً بعض تفصیلات کے متعلق اس کو بھول ہوگیا ہے کہ وہ پوری کارروائی اپنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکا۔

جواب :۔ یہ منکرین حدیث دراصل جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ جس چیز کو نہیں جانتے اُسے جاننے والوں سے پوچھنے اور سمجھنے کے بجائے عالم بن کر فیصلے صادر کرتے ہیں اور پھر انہیں شائع کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ انکی گمراہ کن تحریریں اکثر ہماری نگاہ سے گزرتی رہتی ہیں، اور ان کا کوئی اعتراض ایسا نہیں ہے جس کو دلائل سے ردّ نہ کیا جا سکتا ہو۔ لیکن جس وجہ سے مجبوراً خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے وہ دراصل یہ ہے

کہ یہ لوگ اپنی بحث میں بالعموم بازاری غنڈوں کا سا طرز اختیار کرتے ہیں۔ اِن کے مضامین پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک غلاظت بھری جھاڑو ہاتھ میں لئے کھڑا ہو اور زبان کھولنے کے ساتھ ہی مخاطب کے منہ پر اُس جھاڑو کا ایک ہاتھ رسید کر دے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے منہ لگنا کسی شریف آدمی کے بس کی بات نہیں ہے، اور نہ اِس قماش کے لوگ اِس لائق سمجھے جا سکتے ہیں کہ ان سے کوئی علمی بحث کی جائے۔

بہرحال ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ جن شریف آدمیوں کے دل میں اِن فتنہ پردازوں کی تحریروں سے کوئی شبہ پیدا ہو جائے اُن کے شبہات رفع کرنے کی کوشش کریں، اگرچہ یہ بات ہماری توقعات کے خلاف ضرور ہے کہ شریف اور معقول لوگ اِن کے بیہودہ طرزِ کلام کو دیکھنے کے باوجود انکی باتوں کو وزن دینے لگیں۔

جس واقعہ کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے اس کی اصلیت یہ ہے کہ حضرت ماریہؓ قبطیہ کے بارے میں مدینہ کے منافقین نے یہ افواہ اڑا دی تھی کہ اپنے چچازاد بھائی سے ان کا ناجائز تعلق ہے۔ رفتہ رفتہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک بھی پہنچی۔ آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ "اذھب فان وجدتہ عند ماریۃ فاضرب عنقہ" جاؤ اگر تم اُس کو ماریہ کے پاس پاؤ تو اُس کی گردن مار دو۔ بعید نہیں کہ کہنے والے نے حضورؐ سے یہ کہا ہو کہ وہ وہاں اس وقت موجود ہے، آپ کسی کو بھیج کر دیکھ لیں، اور اِس پر حضورؐ نے فرمایا ہو کہ اگر وہ وہاں کسی نامناسب حالت میں پایا جائے تو جان سے مار دو۔ اِس حکم کے مطابق حضرت علی جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک حوض میں نہا رہا ہے۔ آپ نے جاتے ہی اُسے ڈانٹا اور ہاتھ پکڑ کر اُسے حوض میں سے کھینچ لیا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص پانی سے بھرے ہوئے حوض میں اُترا ہوا ہو اُس کے بارے میں باہر سے دیکھنے والے کو بیک نظر یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ ننگا ہے یا ستر ڈھانکے ہوئے ہے۔ جب حضرت علی نے اس کو باہر کھینچا تو یکایک آپکی نظر اُس کے ستر پر پڑی اور معلوم ہوا کہ وہ تو مقطوع الذکر ہے۔ آپ نے اُسی وقت اُسے چھوڑ دیا اور آکر حضورؐ کو حقیقت حال بتا دی۔

اب فرمائیے کہ اس واقعہ پر کیا اعتراض ہے اور کس پہلو سے ہے؟ یہ بات بھی میں عرض کر دوں کہ سند کے لحاظ سے یہ روایت ضعیف نہیں ہے۔

بعض محدثین نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس شخص کے مخنث ہونے کا حال حضورؐ کو معلوم تھا اور آپ نے حضرت علی کو قتل کا حکم دیکر صرف اِس لئے بھیجا تھا کہ جب حضرت علی یہ حکم اسے سنائیں گے تو وہ اپنا راز خود کھول دیگا اور اس طرح سب